ننھا تیر انداز

ننّھا تیرانداز

(بچوں کیلئے کہانیاں)

حسین سحر

سحر سنز ملتان

ضابطہ

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

اشاعت اول:	1991ء
اشاعت دوم:	2013ء
اہتمام:	الکتاب گرافکس
سرورق:	استاد فدا آرٹسٹ
مطبع:	عاتکہ پرنٹرز ملتان
ناشر:	سحر سنز ملتان
قیمت:	50/- روپے

ملنے کا پتہ

کتاب نگر۔ حسن آرکیڈ ملتان۔ 061-4510444

انتساب

شہروز حسین

اور

مہروز حسین

کے نام

یہ کہانیاں

یہ کہانیاں اُن ہزاروں کہانیوں میں سے چند کہانیاں ہیں جو اسلامی تاریخ میں جگہ جگہ بکھری پڑی ہیں۔ یہ ساری کی ساری سچی کہانیاں ہیں۔ کیونکہ ان میں بیان کیے ہوئے تمام واقعات اور کردار سچے ہیں۔

میں نے ان کہانیوں کو بچوں کے لئے آسان زبان میں لکھنے کی کوشش کی ہے، تا کہ ایک تو ہماری نئی نسل کو معلوم ہو کہ ہمارا ماضی کس قدر شاندار اور عظیم ہے۔ اور دوسرے اس کے کردار کی تشکیل میں یہ چھوٹے چھوٹے سچے واقعات مشعلِ راہ کا کام دے سکیں۔ میں اپنی اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہو سکا ہوں۔ اس کا جواب تو پڑھنے والے ہی دے سکیں گے۔ بہر حال اگر ایک بھی پاکستانی بچے نے یہ کہانیاں پڑھ کر سچائی، بہادری، محنت اور عظمت کا مفہوم سمجھ لیا اور اپنے کردار کو ان عظیم اسلامی قدروں میں ڈھال لیا۔ تو میں یہ سمجھوں گا کہ مجھے اپنی کاوش کا ثمر مل گیا۔

حسین سحر

۱۰ ستمبر ۱۹۹۰ء

ترتیب

۱۔ نصیحت
۲۔ دولت مند اور غریب
۳۔ پڑوسی
۴۔ بچوں میں پہلا مسلمان
۵۔ آٹھ روٹیاں
۶۔ جہاد کا شوق
۷۔ ننھا تیرانداز
۸۔ دُعا
۹۔ وضو کا طریقہ
۱۰۔ بہادر بھائی
۱۱۔ ننھا مجاہد
۱۲۔ حلال روزی
۱۳۔ فرماں بردار لڑکا

نصیحت

عرب کے دیہات سے ایک شخص مدینہ منورہ آیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اس نے گزارش کی کہ اے اللہ کے رسولؐ! مجھے کوئی نصیحت کیجئے ------ آپؐ نے اس شخص سے فرمایا "غصہ مت کیا کرو" اس کے علاوہ آپؐ نے اس سے اور کچھ نہ کہا۔

چند دن بعد وہ شخص واپس اپنے قبیلے کی طرف چلا گیا۔ گھر پہنچتے ہی اُسے معلوم ہوا کہ اس کے بعد اس کے قبیلے کے کچھ نوجوانوں نے ایک دوسرے قبیلے کا مال و اسباب زبردستی لوٹ لیا تھا۔ جس کے جواب میں دوسرے قبیلے والوں نے اس کے قبیلے کا مال لوٹ لیا۔ اور اب دونوں قبیلوں کے درمیان زبردست لڑائی کی تیاری ہو رہی ہے۔ یہ خبر سنتے ہی وہ شخص غصے کے مارے کانپنے لگا۔ اس نے فوراً تلوار نکالی اور اپنے قبیلے کا ساتھ دینے کے لئے باہر چل پڑا ابھی وہ تھوڑی دُور ہی گیا تھا کہ اُسے خیال آیا کہ جب وہ مدینہ گیا تھا تو وہاں اسے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نصیحت کی تھی کہ غصہ مت کیا کرو۔

وہ سوچنے لگا کہ آخر وہ کیا چیز ہے؟ جس نے اُسے تلوار اٹھانے پر مجبور کیا اور وہ مرنے مارنے پر تیار ہو گیا ہے۔ یقیناً یہ غصہ ہی ہے۔ جس سے حضورؐ نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اس قیمتی نصیحت پر عمل کرنے کا یہی بہترین موقع ہے۔ وہ اپنے قبیلے کی

صف سے باہر نکلا اور اس نے دوسرے قبیلے کے سردار کو آواز دی اس نے اس سے پوچھا" آخر کیا بات ہے۔کہ ہم لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے ہیں۔اور مرنے مارنے پر تیار ہیں۔؟اگر اس لڑائی کا مقصد اپنے مال کا نقصان پورا کرنا ہے تو وہ میں اپنے ذاتی مال میں سے پورا کرنے کو تیار ہوں۔یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں کہ ہم ایک دوسرے کی جان کے دشمن بن جائیں۔" جب دوسرے قبیلے کے لوگوں نے اس شخص کی عقل بھری گفتگو سُنی تو کہنے لگے۔واقعی یہ کوئی اتنی بڑی وجہ نہیں کہ ہم ایک دوسرے سے لڑائی لڑنے لگیں۔مال و اسباب تو آنی جانی چیزیں ہیں۔ان کے لئے ہم ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہو جائیں؟ یہ کوئی عقلمندی نہیں۔اور اس میں ہمارا کوئی فائدہ نہیں"

اس کے بعد دونوں قبیلے ہنسی خوشی اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔اس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت نے اپنا کام دکھایا اور ٹوٹے ہوئے دل دوبارہ جُڑ گئے۔

دولت منداور غریب

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معمول کے مطابق مسجد نبوی میں بیٹھے تھے۔اتنے میں ایک غریب مسلمان جس نے کپڑے بھی پھٹے پرانے پہن رکھے تھے۔اُس محفل میں آیا اور اسلامی آداب کے مطابق جہاں جگہ ملی وہیں بیٹھ گیا۔اتفاق سے وہاں ایک دولت مند شخص پہلے ہی بیٹھا ہوا تھا۔اُس نے غریب آدمی کو اپنے قریب آتا دیکھ کر اپنے قیمتی کپڑے سمیٹے اور اُس سے ذرا ہٹ کر ایک طرف بیٹھ گیا۔

رسولِ اکرمؐ یہ سارا منظر غور سے دیکھ رہے تھے۔دولت مند آدمی کی حرکت دیکھ کر آپؐ نے اُسے فرمایا "تو ڈر گیا کہ کہیں اس غریب آدمی کی غریبی کا سایہ تجھ پر نہ پڑ جائے"؟ دولت مند آدمی نے جواب دیا "نہیں اے اللہ کے رسُول نہیں"

"تو پھر کیا وجہ ہے کہ تو اِس غریب آدمی کو دیکھتے ہی اس سے ایک طرف ہٹ گیا؟"

اب تو دولت مند آدمی بہت شرمندہ ہوا۔اس نے کہا" اے اللہ کے رسُولؐ! مجھ سے غلطی ہو گئی میں شرمندہ ہوں۔مجھ سے جو غلطی ہوئی ہے اس کے بدلے میں چاہتا ہوں کہ اپنے اس غریب بھائی کو اپنی دولت میں سے آدھی دولت دے دوں۔

غریب آدمی یہ سُن کر فوراً بول پڑا۔"لیکن میں اس کی دولت قبول کرنے کو تیار نہیں" محفل میں بیٹھے ہوئے تمام لوگوں نے اس سے پوچھا" آخر کیوں"؟

غریب آدمی نے جواب دیا "میں ڈرتا ہوں کہ کہیں دولت کی وجہ سے میں بھی اتنا مغرور نہ ہو جاؤں کہ اپنے دوسرے غریب مسلمان بھائیوں کے ساتھ ایسا سلوک کرنے لگوں۔ جیسا آج اس دولت مند آدمی نے میرے ساتھ کیا ہے۔"

یہ سُن کر محفل میں موجود تمام لوگوں پر خاموشی سی چھا گئی۔ واقعی جو دولت انسان کو اتنا مغرور بنا دے کہ وہ اپنے سے کمتر لوگوں کو انسان ہی نہ سمجھے۔ اس دولت سے وہ غریبی اچھی ہے جو انسان کو انسان رہنے دے۔

پڑوسی

ایک آدمی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنے ہمسائے کے خلاف شکایت کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "میرا ہمسایہ مجھے دن رات اتنا پریشان کرتا ہے کہ میرا جینا مشکل ہو گیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ میری مدد فرمائیں۔"

نبی کریمؐ نے فرمایا صبر کرو اور اپنے پڑوسی کے خلاف شور مت کرو۔ بلکہ اپنے آپ میں کچھ تبدیلی پیدا کرو' یہ سُن کر وہ آدمی اپنے گھر چلا گیا۔ لیکن چند دن بعد وہ رسول کریمؐ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا۔ اور اپنے پڑوسی کی پھر شکایت کی۔ اس مرتبہ بھی آپؐ نے فرمایا "صبر کرو" ________ کچھ عرصے بعد وہ شخص تیسری بار نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا "اے اللہ کے رسول میرا پڑوسی پہلے سے زیادہ مجھے پریشان کر رہا ہے۔ اور اپنی بُری حرکتوں سے باز نہیں آ رہا۔"

اس مرتبہ رسول کریمؐ نے فرمایا۔ "اچھا یہ بات ہے تو اس طرح کرو کہ جمعہ کے دن اپنے گھر کا سارا سامان باہر نکال کر ایسی جگہ رکھ دو جہاں سے آتے جاتے لوگ دیکھ سکیں۔ لوگ تم سے پوچھیں گے کہ تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟ تو انہیں کہنا کہ میں اپنے پڑوسی کے بُرے سلوک کی وجہ سے پریشان ہوں اور اب یہ گھر چھوڑ رہا ہوں۔ اس طرح تمہاری شکایت لوگوں تک پہنچ جائے گی۔"

شکایت کرنے والے نے نبی کریم کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے جمعہ کے روز اپنے گھر کا سارا مال واسباب باہر نکال کر گلی میں رکھ دیا۔ آتے جاتے لوگوں نے پوچھا۔ تو اس نے جواب میں اپنے پڑوسی کی شکایت کی۔ اس پر لوگوں نے پڑوسی کو بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر اس کا پڑوسی گھبرا گیا۔ اور اُس آدمی سے درخواست کرنے لگا کہ اپنا سامان راستے سے اٹھا کر گھر واپس لے چلو بلکہ اُس نے وعدہ کیا کہ آئندہ اپنے پڑوسی کو تنگ نہیں کرے گا۔ اور کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں آنے دے گا۔

بچّوں میں پہلا مسلمان

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اللہ تعالٰی کے حکم سے اپنے نبی ہونے کا اعلان فرمایا تو اُس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ آپ کا اعلان سنتے ہی مکہ کے لوگ اپنے بتوں کی پوجا نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔ آپؐ نے جب دیکھا کہ سب لوگ خدا کے پیغام کے مخالف ہیں تو سوچا کہ کیوں نہ یہ پیغام پہلے اپنے خاندان کے لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے ایک دن اپنے خاندان بنی ہاشم کے لوگوں کو اپنے گھر کھانے پر بلایا۔ جب سب لوگ کھانا کھا چکے تو آپؐ نے ان کے سامنے خدا کا پیغام رکھا۔ اور اسلام کی خوبیاں بیان کیں پھر آپؐ نے فرمایا ”تم میں کون ہے جو اس نیک کام میں میری مدد کرے“؟

یہ بات سُن کر خاندان کے تمام بڑے بڑے لوگ خاموش بیٹھے رہے۔ کسی نے جواب نہ دیا ایک کونے میں ایک بچہ بھی بیٹھا تھا۔ جس کی عمر صرف نو سال تھی۔ اس نے جب دیکھا کہ خاندان کے سب لوگ خاموش ہیں تو اس سے نہ رہا گیا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔ ”اگرچہ میں چھوٹی عمر کا ہوں۔ اور کمزوری کی وجہ سے میری ٹانگیں کانپتی ہیں۔ لیکن میں اس نیک کام میں آپ کی مدد کروں گا۔ آپ مجھے ہر مشکل وقت میں اپنے ساتھ پائیں گے“ یہ بات سُن کر خاندان کے بڑے بوڑھے ہنسنے لگے۔ کہ یہ کمزور سا بچہ بھلا کسی کی کیا مدد کرے گا؟ لیکن بعد میں ہونے والے واقعات نے ثابت کیا کہ واقعی اس بچے نے اپنی بات کو سچ کر دکھایا۔ وہ ہر

مشکل وقت میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا۔ اور اس نے اسلام کی سربلندی کے لئے ایسی ایسی قربانیاں دیں کہ آج تک ان کی مثال نہیں ملتی۔

معلوم ہے یہ بچہ کون تھا؟ اس کا نام علیؑ تھا۔ علیؑ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ حضورؐ کو اُن سے بہت محبت تھی۔ اور وہ حضورؐ سے انتہائی محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ خدا کی قدرت وہ کمزور بچہ جس نے خود کہا تھا۔ کہ کمزوری کی وجہ سے اس کی ٹانگیں کانپتی ہیں۔ بڑا ہو کر شیرِ خدا کے نام سے مشہور ہوا۔ اور اس نے ایسی طاقت حاصل کی کہ دنیا کا بڑے سے بڑا طاقتور شخص بھی اسے شکست نہ دے سکا۔

شیرِ خدا کی بہادری کے کارناموں سے ہماری تاریخ بھری پڑی ہے۔ خدا کی راہ میں جو جنگ بھی لڑی گئی۔ حضرت علیؑ اس میں سب سے آگے آگے ہوتے تھے۔ وہ کافروں سے اس قدر بہادری اور اجرأت کے ساتھ لڑتے تھے کہ کافر بھی ان کی طاقت اور بہادری کا لوہا مانتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک جنگ میں آپ نے کافروں کے ایک بڑے پہلوان کو شکست دی۔ آپ اس کا کام تمام کرنے کے لئے اس کی چھاتی پر سوار تھے۔ کافر نے آپ کے چہرے پر تھوک دیا تا کہ غصے میں آکر آپ اسے فوراً قتل کر دیں اور اس طرح وہ شرمندگی سے بچ جائے۔ لیکن آپ اس وقت اس کی چھاتی سے اُتر گئے اور کہنے لگے "اب میں اسے قتل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس نے مجھے غصہ دلایا ہے۔ اور یہ جنگ میں اپنے لئے نہیں۔ بلکہ خدا کے لئے لڑ رہا ہوں۔"

حضرت علیؑ کی بہادری تو بے مثال ہے ہی ان کے علم کی بھی کوئی انتہا نہ تھی۔ حضور نبی

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں علم کے شہر کا دروازہ کہا کرتے تھے۔ حضرت علیؑ خاتون جنت حضرت بی بی فاطمہؑ کے شوہر اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کے والد تھے۔ جس طرح اسلام کی خاطر حضرت علیؑ نے بہادری کے سنہری کارنامے انجام دیئے۔ اسی طرح ان کے پیارے بیٹے حضرت امام حسین علیہ السلام نے اسلام کے دشمنوں کے خلاف کربلا کے میدان میں بے مثال جرأت اور بہادری کا مظاہرہ کیا۔ یہاں تک کہ اسلام کی خاطر اپنی اور اپنے عزیزوں کی جان بھی قربان کر دی۔ ایسے ہی بہادروں پر ہمیں ناز ہے۔

آٹھ روٹیاں

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت علیؑ بہادری میں اپنی مثال آپ تھے۔اسی لئے انہیں شیرِ خدا یعنی خدا کا شیر کہا جاتا ہے۔علم اور دانائی میں بھی ان کا خاص مقام ہے۔

ایک مرتبہ دو آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔انہوں نے فیصلے کے لئے اپنا مقدمہ آپ کے سامنے پیش کیا۔انہوں نے بتایا کہ وہ دونوں ایک جگہ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین۔اتنے میں ایک مسافر اُدھر سے گزرا مسافر بھوکا تھا۔اس لئے دونوں نے اسے بھی اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرلیا۔کھانے کے بعد مسافر نے انہیں آٹھ درہم دئے اور کہا۔کہ آپس میں تقسیم کرلینا۔مسافر تو یہ کہہ کر چلا گیا۔مگر ان دونوں میں آٹھ درہموں کی تقسیم پر جھگڑا ہو گیا۔پانچ روٹیوں والا خود پانچ درہم رکھنا چاہتا تھا۔اور دوسرے کو تین درہم دینا چاہتا تھا۔اس کا کہنا تھا کہ اس کی روٹیاں پانچ تھیں۔اور دوسرے کی تین۔اس لئے پانچ درہم اُسے اور باقی تین دوسرے کو ملنے چاہئیں۔مگر دوسرا شخص کہتا تھا کہ مسافر نے ہم دونوں کا کھانا کھایا ہے۔اس لئے دونوں کو برابر یعنی چار چار درہم ملنے چاہئیں۔

ان کا جھگڑا واقعی بہت عجیب تھا۔لیکن حضرت علیؑ نے سارا واقعہ سُن کر تین روٹیوں والے سے فرمایا "میاں تمہارا فائدہ اسی میں ہے کہ تم تین درہم لے لو۔حساب کیا جائے تو

تمہارے حصے میں صرف ایک درہم آتا ہے۔یہ سن کر وہ شخص بہت حیران ہوا۔اور کہنے لگا۔

"ایک درہم؟ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ مجھے سمجھا دیجئے"

حضرت علیؑ نے فرمایا "لو سنو! تمہارے پاس تین روٹیاں تھیں۔اور تمہارے ساتھی کے پاس پانچ۔کل ملا کر آٹھ روٹیاں ہوئیں۔اور کھانے والے تھے تین۔اب ہر روٹی کے تین تین ٹکڑے کریں۔تو آٹھ روٹیوں کے چوبیس ٹکڑے بنتے ہیں۔ان چوبیس ٹکڑوں کو تین کھانے والوں پر تقسیم کرو۔تو ہر ایک کے حصے میں آٹھ آٹھ ٹکڑے آتے ہیں۔یعنی آٹھ ٹکڑے تم نے کھا لئے آٹھ تمہارے ساتھی نے اور آٹھ مسافر نے۔کہو ٹھیک ہے نا؟" اس شخص نے جواب دیا "جی بالکل ٹھیک ہے" اس پر حضرت علیؑ نے فرمایا۔اب سنو! تمہاری روٹیاں تین تھیں۔ان تین روٹیوں کے نو ٹکڑے ہوئے۔تم نے اپنے نو ٹکڑوں میں سے آٹھ ٹکڑے خود کھائے اور تمہارا صرف ایک ٹکڑا بچا۔جو مسافر نے کھایا۔تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیاں تھیں۔ان پانچ روٹیوں کے پندرہ ٹکڑے ہوئے۔ان میں سے آٹھ اس نے خود کھائے اور جو سات ٹکڑے باقی بچے وہ مسافر نے کھائے۔اس حساب سے تمہیں صرف ایک درہم ملنا چاہئے۔اور تمہارے ساتھی کو سات درہم"۔

یہ سن کر وہ شخص حیران رہ گیا۔اور اس نے ایک درہم ہی قبول کرلیا۔اس طرح حضرت علیؑ کی عقلمندی اور دانائی سے ایک عجیب وغریب جھگڑا ختم ہوگیا۔

جہاد کا شوق

ہجرت کے دوسرے سال رمضان کے مہینے میں مدینہ منورہ میں یہ خبر پہنچی کہ مکہ کے کافر مدینے پر حملہ کرنے والے ہیں۔اس وقت مدینے میں گنتی کے چند مسلمان تھے۔یہ خبر سنتے ہی چھوٹے بڑے سب جنگ کے لئے تیار ہوگئے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مناسب سمجھا کہ ان گنتی کے مجاہدوں کی اچھی طرح چھان بین کرلیں۔تاکہ ایسا نہ ہو کہ چھوٹے بچے بھی جہاد کے شوق میں مارے جائیں۔

جہاد کے لئے چلنے کا اعلان ہوا۔ہر ایک مسلمان حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔اور مجاہدوں کی جماعت میں شریک ہونے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتا۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مجاہد کو غور سے دیکھتے اور پھر اجازت دیتے کوئی بچہ آتا تو اسے پیار کرتے اور یہ کہہ کر واپس بھیج دیتے کہ بیٹا! ابھی تمہاری عُمر چھوٹی ہے۔ابھی تم جہاد کے قابل نہیں ہو۔اتنے میں آپ کی خدمت میں ایک ننھا مجاہد حاضر ہوا۔اس کا نام رافع تھا۔اور اس کے باپ کا نام خدیج تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رافع کو دیکھ کر فرمایا ''رافع! تم ابھی بچے ہو۔اور تمہارا قد بھی چھوٹا ہے۔اس لئے تم جنگ پر نہیں جا سکتے'' مگر رافع کو تو اللہ کی راہ میں جہاد کے شوق نے بے چین کر رکھا تھا وہ ہر قیمت پر اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں سے لڑنے کو تیار تھا۔یہ بات سُن کر بھی وہ مایوس نہ ہوا۔بلکہ فوراً اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔چنانچہ چکر

کاٹ کر وہ دوبارہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا۔اس مرتبہ وہ ایڑیاں اٹھا کر پنجوں کے بل کھڑا ہوگیا۔اور بڑے ادب سے اجازت مانگنے لگا۔آخر رافع کا یہ شوق دیکھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے جہاد میں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔

یہ دیکھ کر ایک اور ننھا مجاہد سمرہ بھی آگے بڑھا۔اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مجاہدوں کی صف میں شریک ہونے کی اجازت مانگنے لگا۔سمرہ کو بھی حضورؐ نے وہی جواب دیا جو رافع کو دیا تھا۔لیکن سمرہ نے بڑے ادب سے کہا ''یا رسول اللہؐ! جنگ تو طاقت سے لڑی جاتی ہے۔عمر اور قد سے نہیں۔میرا قد چھوٹا ہے تو کیا ہوا۔میری ہمت تو جوان ہے۔

آپؐ نے رافع کو اجازت دے دی ہے میں اس سے زیادہ طاقتور ہوں۔بے شک مجھے اس سے کشتی لڑا کر دیکھ لیجئے''۔اُدھر سمرہ نے چپکے سے رافع کے کان میں کہہ دیا تھا کہ بھائی! آج کشتی میں جان بوجھ کر گر جائیے۔آپ کی اس چھوٹی سی قربانی سے میرا کام بن جائے گا۔چنانچہ سمرہ اور رافع دو ننھے مجاہدوں کے درمیان کشتی ہوئی۔رافع نے سمرہ کو پچھاڑنے کے لئے اپنی پوری طاقت لگا دی۔لیکن سمرہ پورے جوش میں تھا۔آج اسے گرانا اتنا آسان نہ تھا۔اس نے ایک ایسا داؤ مارا کہ رافع کو پچھاڑ ہی لیا۔حالانکہ رافع عُمر اور قد میں اس سے بڑا تھا۔سمرہ کا یہ جوش اور جذبہ دیکھ کر آخر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے جنگ میں شرکت کی اجازت دے دی۔

رافع اور سمرہ کو اجازت مل چکی تھی۔دونوں مجاہد بہت خوش تھے۔چنانچہ بدر کی جنگ میں دونوں شریک ہوئے اور میدان جنگ میں خوب بہادری سے لڑے۔مکے کے کافروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔اور کامیاب لوٹے۔

دوسرے سال مکے کے کافروں نے پھر حملہ کر دیا اس مرتبہ مکے والے اور بھی زیادہ زور شور اور تیاری کے ساتھ آئے تھے۔ ان کی تعداد بھی زیادہ تھی۔ اور جنگی ساز و سامان بھی ان کے پاس زیادہ تھا۔ بدر کی جنگ میں رافعؓ اور سمرہؓ اپنی بہادری کے جوہر دکھا چکے تھے۔ اس لئے اُحد کی جنگ کے موقع پر انہیں آسانی سے اجازت مل گئی حالانکہ اس وقت بھی ان کی عُمر تیرہ چودہ سال سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن اس چھوٹی سی عمر میں بھی انہوں نے ایسی بہادری اور شجاعت دکھائی کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔

اسی احد میں جب لڑائی زوروں پر تھی۔ ایک کافر نے رافعؓ کو دیکھ لیا۔ اور نشانہ باندھ کر اس نے ایسا تیر مارا کہ ننھے مجاہد کے سینے میں کھُب گیا۔ تیر دور تک گوشت کے اندر جا چکا تھا۔ اس لئے آسانی سے باہر نہ نکل سکا۔ چنانچہ تیر ایسے ہی کھبا رہا اور وہ ننھا مجاہد اسلام کے دشمنوں کے خلاف جنگ میں مصروف رہا۔

ننھا تیر انداز

مدینہ منورہ سے چار پانچ میل دور ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ جو غابہ کے نام سے مشہور تھا یہاں جناب رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹ چُرا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ چند کافر ڈاکوؤں نے اس چراگاہ پر حملہ کر دیا۔ جو مسلمان اونٹ چرا کرتے تھے۔ انہیں شہید کر دیا۔ اور ان کے اونٹ بھگا کر لے گئے۔ ایک ننھے تیر انداز سلمہؓ نے جب یہ خبر سُنی تو اپنا تیر کمان لے کر غابہ کی چراگاہ کی طرف چل دیئے۔ اُس وقت ان کی عمر بارہ سال کے قریب ہوگی۔ انہوں نے دُور سے دیکھا کہ کافر اونٹ بھگا کر لئے جا رہے ہیں چنانچہ فوراً ایک قریبی پہاڑی پر چڑھ کر پہلے چلا چلا کر اس خطرے کا اعلان کیا۔ پھر کسی مدد کا انتظار کئے بغیر تیر کمان سنبھال کر ڈاکوؤں کے پیچھے ہو لئے۔ ڈاکو گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار تھے۔ اور سلمہؓ پیدل تھے۔ لیکن دوڑ کر ذرا سی دیر میں انہوں نے ڈاکوؤں کو جا لیا۔ اور نزدیک پہنچتے ہی تیر برسانے شروع کر دیئے۔ ننھے سلمہ نے رُخ بدل بدل کر اس تیزی اور پھُرتی سے تیر چلائے کہ ڈاکو سنبھل نہ پائے اور بھاگنے لگے۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ شاید مسلمان تیر اندازوں کا کوئی دستہ ان کا پیچھا کر رہا ہے۔ ننھے مجاہد نے ذہانت سے کام لیا اور جب کوئی ڈاکو اپنا گھوڑا موڑ کر پیچھے لوٹتا تو وہ کسی درخت کی آڑ میں ہو جاتے۔ اور اس کے گھوڑے کو اپنے تیر کا نشانہ بناتے۔ تیر نشانے پر بیٹھتا۔ گھوڑا زخموں سے چُور ہو کر بلبلا اٹھتا۔ اور سوار ڈر کے مارے فوراً واپس بھاگ کھڑا ہوتا۔ آخر ایک ایک کر کے ڈاکو تمام اونٹ

چھوڑ کر بھاگ گئے۔

اتنے میں ڈاکوؤں کے ساتھیوں کا ایک گروہ ان کی مدد کو آگیا۔اس سے ان کے حوصلے بڑھ گئے۔اب تک ڈاکو یہ سمجھ رہے تھے کہ شاید مسلمانوں کا کوئی دستہ ان کا پیچھا کر رہا ہے اور ان پر تیر برسا رہا ہے۔اب مدد ملنے پر انہوں نے پلٹ کر جو دیکھا تو بارہ تیرہ سال کے ایک لڑکے کو اکیلے پایا۔پھر کیا تھا۔سب کے سب سلمہ پر ٹوٹ پڑے۔یہ دیکھ کر سلمہ ایک قریبی پہاڑی پر چڑھ گئے۔ڈاکو بھی ان کے پیچھے پیچھے اس پہاڑی پر چڑھ گئے۔جب وہ قریب پہنچے تو سلمہ نے للکار کر کہا ________ "ذرا ٹھہرو! پہلے میری ایک بات سن لو ______ تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں"؟ کافروں نے جواب دیا" ہم نہیں جانتے کہ تم کون ہو"؟ ______ سلمہ نے کہا ________ میں سلمہ ہوں اَلاکوع کا بیٹا ________ خدا کی قسم، اگر تم میں سے کوئی مجھے پکڑنا چاہے تو وہ مجھے پکڑ نہیں سکے گا۔اور جس کو میں پکڑنا چاہوں۔وہ مجھ سے بھاگ نہیں سکے گا"۔

ننھے مجاہد کی اس بات چیت کا مقصد یہ تھا کہ وہ کافروں کو اسی طرح باتوں میں لگائے رکھیں یہاں تک کہ مدینے سے مسلمان ان کی مدد کو پہنچ جائیں۔چنانچہ وہ ان سے باتیں بھی کرتے رہے اور درختوں کے جھنڈ میں سے مدینے کی طرف بھی جھانکتے رہے۔اتنے میں دور سے دھول اڑتی ہوئی دکھائی دی۔مسلمان گھوڑسواروں کی ایک جماعت اُدھر آرہی تھی۔اس سے ننھے مجاہد کا حوصلہ بڑھ گیا۔کہ مسلمان ان کی مدد کو آگئے تھے۔

مسلمان گھوڑسوار جماعت میں سب سے آگے حضرت خرم اسدیؓ تھے۔انہوں نے آتے ہی کافر ڈاکوؤں کے سردار پر حملہ کر دیا۔کافروں کے سردار کا نام فرازی تھا۔اس نے بھی

جوابی حملہ کیا۔حضرت خرم اسدیؓ نے بڑی پھرتی سے اس کے گھوڑے کو زخمی کر دیا۔گھوڑا چکرا کر گر گیا۔مگر فرازی نے پلٹ کر ایسا زوردار حملہ کیا کہ حضرت خرم اسدیؓ شہید ہو گئے۔

مسلمانوں کی گھوڑسوار جماعت میں حضرت ابو قتادہؓ بھی شامل تھے۔حضرت خرم اسدیؓ کے بعد اب وہ آگے بڑھے اور کافروں کے سردار فرازی پر ٹوٹ پڑے۔اس نے بڑی چالاکی سے ان کے گھوڑے کو زخمی کر دیا۔مگر انہوں نے اس کی کوئی پروا نہ کی اور اس زور سے تلوار کا بھرپور وار کیا کہ فرازی وہیں ڈھیر ہو گیا۔اتنے میں دوسرے مسلمان بھی پہاڑی تک پہنچ گئے۔اور کافروں پر ٹوٹ پڑے۔بھلا کافر کہاں تک مقابلہ کر سکتے تھے۔فوراً بھاگ کھڑے ہوئے۔

ننھے مجاہد سلمہؓ بن الاکوع حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں ان کافروں کا پیچھا کرنا چاہتا ہوں۔صرف ایک سو مجاہد میرے ساتھ کر دیجئے۔تاکہ میں ان کو لوٹ مار اور قتل و غارت کا مزا چکھا سکوں" __________ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا __________ نہیں اب وہ واپس چلے گئے ہیں۔اب جانے دو ________"

دُعا

جمعے کی رات تھی ۔ماں قبلے کی طرف منہ کئے اللہ تعالٰی کی عبادت میں مصروف تھی ۔
نماز پڑھنے کے بعد جب ماں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو بچہ کان لگائے دعا کا ایک ایک لفظ غور سے سُن رہا تھا۔ماں ایک ایک شخص کا نام لیتی اور اللہ تعالٰی سے اس کی بھلائی کی دعا مانگتی ۔
بچہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ اس کی ماں اپنے لئے بھی اللہ تعالٰی کی بارگاہ سے کچھ مانگتی ہے یا نہیں؟

ماں جنت کی عورتوں کی سردار ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری بیٹی اور شیرِ خدا حضرت علیؑ کی بیوی حضرت فاطمہ زہراؑ تھیں اور بچے حضرت امام حسینؑ کے بڑے بھائی حضرت امام حسنؑ تھے ۔

حضرت امام حسنؑ ساری رات جاگتے رہے اور اپنی والدہ کو غور سے دیکھتے رہے ۔وہ اس انتظار میں تھے کہ ان کی والدہ اپنے لئے کیا دعا مانگتی ہیں؟ عبادت میں رات گزر گئی اور صبح ہو گئی ۔مگر حضرت امام حسنؑ نے اپنی والدہ کو اپنے بارے میں دعا کرتے نہ سُنا ۔آخر صبح کو انہوں نے اپنی والدہ کی خدمت میں عرض کیا ’’امّی جان! میں رات بھر آپ کو عبادت کرتے ہوئے دیکھتا رہا ہوں ۔آپ ساری رات اللہ کی بارگاہ میں دوسروں کے لئے دعائیں مانگتی رہی ہیں ۔
لیکن میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنے لئے کوئی دُعا نہیں مانگی ۔آخر اس کی کیا وجہ ہے‘‘؟

ماں نے بچے کو پیار کیا اور پھر پیار بھرے لہجے میں نہایت مختصر جواب دیا ۔’’میرے

پیارے بیٹے! پہلے پڑوسی اور ہمسائے بعد میں اپنا گھر‘‘ یعنی ایک مسلمان کو پہلے دوسرے مسلمانوں اور خاص طور پر اپنے پڑوسیوں اور ہمسایوں کے لئے اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں دعا کرنی چاہیئے ۔اور سب سے آخر میں اپنے لئے کچھ مانگنا چاہیئے ۔یہی اسلام کی تعلیم ہے ۔

وضو کا طریقہ

حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسینؑ علیہ السلام شیرِ خدا حضرت علی علیہ السلام اور خاتونِ جنت حضرت بی بی فاطمہؑ کے بیٹے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے نواسے تھے۔ ان کے بچپن کا ایک واقعہ ہے جس سے معلوم ہوگا کہ بڑے لوگوں میں بچپن ہی سے بڑائی موجود ہوتی ہے۔

ایک دن دونوں شہزادے مسجدِ نبوی میں بیٹھے تھے کہ اُدھر سے ایک بوڑھا آدمی نماز پڑھنے کے لئے آیا۔ وہ وضو کرنے لگا تو امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے دیکھا کہ اُسے درست طریقے سے وضو کرنا نہیں آتا۔ یہ دیکھ کر دونوں بھائیوں نے فیصلہ کیا کہ اس شخص کو وضو کرنے کا درست طریقہ سکھانا چاہیئے۔ لیکن وہ یہ بھی سوچ رہے تھے کہ یہ شخص بزرگ ہے۔ اور ہم بچے کہیں یہ ہماری کسی بات کو محسوس ہی نہ کر جائے۔ اور ویسے بھی بزرگوں کا ادب ہی کرنا چاہیئے۔ آخر انہیں ایک ترکیب سمجھ میں آتی۔

دونوں شہزادے بوڑھے آدمی کے پاس آئے اور امام حسنؑ نے کہا ______ "بابا جی آپ بزرگ ہیں آپ ہمارا فیصلہ کر دیں"۔ بوڑھے نے حیران ہو کر پوچھا "کس بات کا فیصلہ"؟ امام حسنؑ نے کہا ______ بابا جی ______ میرا چھوٹا بھائی کہتا ہے کہ اس کا وضو کرنے کا طریقہ درست ہے اور میں کہتا ہوں کہ میرا طریقہ درست ہے۔ ہم دونوں باری باری

آپ کے سامنے وضو کرتے ہیں۔ آپ خود دیکھ کر فیصلہ کر دیں کہ کس کا وضو کرنے کا طریقہ درست ہے۔ یہ کہہ کر دونوں بھائی اس بوڑھے آدمی کے سامنے وضو کرنے بیٹھ گئے۔ بوڑھا ان کی طرف غور سے دیکھتا رہا۔ جب دونوں وضو کر چکے تو بوڑھے نے محبت سے ان کے ہاتھ چوم لئے اور کہا ______ "بیٹو! تم دونوں کے وضو کرنے کا طریقہ درست ہے۔ میرا ہی طریقہ غلط تھا۔"

اس طرح امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے بڑے اچھے طریقے سے اپنے سے بڑی عمر کے شخص کی غلطی درست کر دی۔ اور یہ سب کچھ اس طرح کیا کہ کہیں بھی بوڑھے کی بے ادبی نہیں ہوئی اور اس نے خود ہی محسوس کر لیا کہ وہ غلطی پر ہے۔

یہ شہزادے جب بڑے ہوئے تو آپ جانتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کے لئے کیسی کیسی قربانیاں دیں۔ حضرت امام حسینؑ نے تو کربلا کے میدان میں خدا کی راہ میں اپنا سارا گھر بار لٹا دیا۔ اور اپنی جان بھی قربان کر دی۔ تا کہ اسلام کا بول بالا رہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا۔ آخر وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے نواسے تھے۔ اتنے پیارے نواسے کہ دنیا میں کسی نانا کو اپنے نواسوں سے اتنا پیار نہیں ہوگا۔ جتنا پیار حضورؐ کو ان سے تھا۔ اور یہ حضورؐ کی تعلیم و تربیت کا اثر تھا کہ یہ بچے بچپن میں بھی بڑوں سے زیادہ سمجھدار اور لائق بچے تھے جو چھوٹے ہونے کے باوجود بڑوں کو علم سکھاتے تھے۔

بہادر بھائی

آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے محرم کے مہینے کی دس تاریخ کو وہ واقعہ پیش آیا۔ جسے کربلا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس روز کربلا کے مقام پر حضرت امام حسینؑ اور ان کے بہتر ساتھیوں کو بھوک اور پیاس کی حالت میں شہید کر دیا گیا تھا۔ حضرت امام حسینؑ کے بارے میں تو آپ جانتے ہیں نا۔ آپ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے، حضرت علیؑ اور حضرت بی بی فاطمہؑ کے بیٹے اور حضرت امام حسنؑ کے بھائی تھے۔ ہم ہر سال محرم کے دنوں میں ان کی شہادت کی یاد مناتے ہیں۔

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ یزید بہت بُرا آدمی تھا۔ جب اُس نے حکومت سنبھالی تو حضرت امام حسینؑ کو کہلا بھیجا کہ وہ اسے اسلامی سلطنت کا حاکم مان لیں۔ امام حسینؑ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں پروان چڑھے تھے بھلا وہ کیسے یزید جیسے بُرے آدمی کی حکومت کو مان لیتے۔ انہوں نے یزید کو حاکم ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ ان دنوں اسلامی سلطنت دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھی۔ امام حسینؑ کو عراق کے شہر کوفہ کے لوگوں نے بے شمار خط لکھے۔ کہ آپ عراق تشریف لے آئیں۔ تاکہ یزید کے ظلم و ستم سے ہمیں نجات حاصل ہو۔ ان خطوں سے مجبور ہو کر آپ نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیلؓ کو کوفے کی طرف بھیجا۔ تاکہ وہ وہاں جا کر صحیح حالات معلوم کر سکیں۔ جب وہ کوفہ پہنچے تو لوگ بہت خوش ہوئے۔ ہزاروں کی تعداد میں کوفے کے لوگوں نے ان کے ہاتھ پر حضرت امام حسینؑ کے حق میں بیعت کر لی۔ اس پر

حضرت مسلم بن عقیلؓ نے حضرت امام حسینؑ کو خط لکھا کہ آپ کوفے تشریف لے آئیں۔ لوگ آپ کا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں۔ چنانچہ امام حسین علیہ السلام اپنے گھر والوں اور ساتھیوں کو لے کر مدینے سے کوفے کو روانہ ہو گئے۔

اُدھر یزید کے آدمیوں نے جب یہ دیکھا کہ لوگ حضرت امام حسینؑ کے ساتھ ہیں تو انہوں نے کوفے کے لوگوں میں پھوٹ ڈال دی اور انہیں ڈرا دھمکا کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ چنانچہ کوفے کے لوگوں نے حضرت مسلم بن عقیلؓ سے دھوکہ کیا اور اپنی بات سے پھر گئے اور حضرت مسلم بن عقیلؓ کو بھی شہید کر دیا۔ امام حسین علیہ السلام کو یہ افسوسناک خبر راستے میں ملی۔ کوفے کی طرف سے آنے والے دو مسافروں نے جب آپ کو حضرت مسلم بن عقیلؓ کی شہادت کی خبر سنائی تو آپ خیموں کے اندر تشریف لے گئے۔ اور حضرت مسلم بن عقیل کے بیٹوں سے مخاطب ہو کر فرمایا بیٹا! تمہارے والد کوفے میں شہید کر دیئے گئے ہیں بہتر ہے کہ اب تم اپنی والدہ کو لے کر واپس مدینے چلے جاؤ!"

مگر ان بہادر بچوں نے معلوم ہے کیا جواب دیا؟ انہوں نے کہا ______ چچا جان! بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم آپ کو اس سفر میں اکیلا چھوڑ دیں۔

ہم ہر حالت میں آپ کے ساتھ رہیں گے چاہے ہمیں اپنی جان کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔

چنانچہ بچو! ان کم سن مجاہدوں نے اپنی بات کو اس طرح سچ ثابت کر دکھایا کہ انہوں نے آخر دم تک اپنے چچا حضرت امام حسین علیہ السلام کا ساتھ دیا۔ اور آخر بہادری سے لڑتے ہوئے کربلا کے میدان میں شہید ہو گئے۔

یہ اور اس قسم کے کئی واقعات ہیں جو ہماری اسلامی تاریخ میں بھرے پڑے ہیں اور ہمارے لئے قابلِ فخر ہیں۔

ننھا مُجاہد

کربلا کے میدان میں جب حضرت امام حسینؑ علیہ السلام اور آپ کے جاں نثار ساتھی یزید کی فوجوں کے سامنے بہادری کے کارنامے دکھا رہے تھے۔ ایک ایک کر کے امام حسین علیہ السلام کے ساتھی شہید ہو رہے تھے۔ حضرت مسلم بن عوسجہ بھی ان میں شامل تھے۔ _________ حضرت مسلم بن عوسجہ امام حسینؑ کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔ جب میدانِ جنگ میں یزید کی فوج کے مقابلے میں بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے وہ شہید ہو گئے۔ تو امام حسین علیہ السلام ان کی لاش پر پہنچے۔

امام حسینؑ علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک چھ سال کا بچہ خیموں سے نکل کر آ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ مگر اس کا قد تلوار سے بھی چھوٹا تھا۔ چنانچہ تلوار کو گھسیٹتا ہوا وہ بچہ امام حسین علیہ السلام کی طرف آ رہا تھا۔ جب پہنچا تو آپ نے پوچھا _______ "بیٹے! تم کون ہو؟ بچے نے جواب دیا۔ یا حضرت! میں مسلم بن عوسجہ کا بیٹا ہوں۔ اور آپ کے دشمنوں کے خلاف جنگ کرنے کی اجازت چاہتا ہوں"۔ آپ نے فرمایا _______ "بیٹے! تمہارا یہ جذبہ بہت تعریف کے قابل ہے _____ لیکن تم ابھی بہت چھوٹے ہو _____ پھر تمہاری ماں کے لئے تمہارے باپ کا غم ہی بہت ہے۔ تمہارا غم وہ برداشت نہیں کر سکیں گی"۔

اس پر اس بہادر بچے نے معلوم ہے بچو! کیا جواب دیا؟

اس نے کہا _____ "حضور! آپ درست فرما رہے ہیں مگر مجھے اس وقت میری ماں نے ہی آپ پر قربان ہونے کے لئے بھیجا ہے"۔ بچے کا یہ جوش اور جذبہ دیکھ کر آخر آپؑ نے اس کو جنگ میں شریک ہونے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ یہ ننھا مجاہد اپنے بہادر باپ کی طرح دشمنوں سے لڑتے لڑتے شہادت کا مرتبہ پا گیا۔

ایسے کئی واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں نے بہادری اور جاں نثاری کی بہترین مثالیں پیش کیں اور یوں کربلا کا میدان ایثار و قربانی کا میدان بن گیا۔

اگر آپ اسلامی تاریخ پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جب بھی حق اور باطل کے درمیان کوئی جنگ ہوئی۔ تو جہاں ہمارے بڑوں نے عظیم قربانیاں پیش کیں۔ اور بہادری اور شجاعت کے شاندار کارنامے انجام دیئے۔ وہاں ہمارے ننھے مجاہد بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ انہوں نے اپنے عزم اور ہمت سے یہ ثابت کر دکھایا کہ وہ بڑوں سے کسی طرح کم نہیں ایسے ہی بہادروں پر قومیں ناز کرتی ہیں۔ اور ایسے ہی مجاہدوں کا نام قیامت تک زندہ اور روشن رہتا ہے اور آنے والی نسلیں ان سے سبق حاصل کرتی ہیں۔

حلال روزی

حضرت امام جعفر صادقؑ نے اپنے اخراجات پورے کرنے کے لئے تجارت کا پیشہ اپنایا ہوا تھا ۔ایک مرتبہ انہوں نے اپنے غلام مصادف کو ایک ہزار دینار کی رقم دے کر تجارت کے لئے مصر کی طرف بھیجا۔

اس رقم سے مصادف نے بازار سے ایسی چیزیں خریدیں جو مصر میں زیادہ بکنے والی تھیں ۔وہ تاجروں کے ایک قافلے کے ساتھ مصر کی طرف روانہ ہوگیا۔ جونہی یہ تاجر مصر کے قریب پہنچے ۔ان کی ملاقات تاجروں کے ایک دوسرے قافلے سے ہوئی ۔جو مصر سے واپس آرہا تھا۔انہوں نے بتایا کہ جو سامان ان کے پاس ہے وہ مصر کے بازار میں ان دنوں نایاب ہے ۔ تاجر یہ سنتے ہی خوش ہونے لگے کہ ان کا مال زیادہ قیمت پر بک جائے گا اور اس طرح انہیں کئی گنا زیادہ فائدہ ہوگا۔ چنانچہ تمام تاجروں نے آپس میں یہ فیصلہ کیا کہ اپنا مال دُگنی قیمت پر فروخت کریں گے۔تاکہ سو فیصد منافع حاصل ہو۔

قافلہ جب مصر پہنچا تو معلوم ہوا کہ واقعی مصر کے بازار میں ان کے مال کی بہت زیادہ مانگ ہے۔ چنانچہ فیصلے کے مطابق تمام تاجروں نے اپنا مال دگنی قیمت پر فروخت کر دیا۔ مصادف نے بھی ایسا ہی کیا۔اور خوش خوش واپس مدینہ آگیا ۔

جب امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں پہنچا تو مصادف نے ہزار ہزار دینار کی

دو تھیلیاں ان کے سامنے رکھ دیں ۔امام نے غلام سے پوچھا "یہ کیا ہے؟" اس نے جواب دیا کہ ایک تھیلی تو وہ ہے جو آپ نے مجھے جاتے ہوئے دی تھی ۔اور دوسری تھیلی اس کا منافع ہے ۔ جو اصل سرمائے کے برابر ہے ۔

امامؑ نے فرمایا۔"مصادف! یہ منافع تو بہت زیادہ ہے۔اتنا منافع تمہیں کیسے حاصل ہوا"؟ جواب میں مصادف نے ساری بات بیان کر دی۔اس پر امامؑ نے فرمایا۔"تم نے لوگوں کی ضرورت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے مال کو دُگنی قیمت پر بیچ دیا جو کسی طرح بھی جائز نہیں ۔میں ایسی تجارت کو اچھا نہیں سمجھتا' یہ کہہ کر آپ نے ایک تھیلی اٹھائی اور فرمایا۔"یہ میری رقم ہے ۔اور یہی میرے لئے حلال ہے' دوسری تھیلی آپ نے وہیں پڑی رہنے دی اور فرمایا۔ اس سو فیصد منافع کی رقم سے میرا کوئی تعلق نہیں" تلوار چلانا آسان ہے ۔لیکن حلال روزی حاصل کرنا آسان نہیں ۔یہ بہت مشکل کام ہے ۔"

فرماں بردار لڑکا

ماں کی خدمت بہت بڑی نیکی ہے۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے "جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔" یعنی ماں کی خدمت کرنے والے جنتی ہوتے ہیں۔

ایک قصبے کے ایک چھوٹے سے مکان میں ایک لڑکا رہتا تھا۔ اسے اپنی ماں سے بڑی محبت تھی۔ اور وہ ماں کا بہت فرماں بردار تھا۔ ایک رات وہ اپنی پڑھائی میں مصروف تھا۔ رات اتنی اندھیری تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سُجھائی نہ دیتا تھا۔ وہ چراغ کی مدھم روشنی میں کتاب پڑھنے میں مشغول تھا۔ اس کی ماں اس کے پاس ہی دوسری چارپائی پر سو رہی تھی۔

اچانک اس نے دیکھا کہ اس کی ماں کچھ کہہ رہی ہے۔ وہ قریب گیا تو معلوم ہوا کہ اسے پیاس لگی ہے۔ اور وہ پانی مانگ رہی ہے۔ چنانچہ وہ لڑکا فوراً ایک پیالہ لے کر پانی لینے گھڑے کے پاس گیا۔ جب اس نے گھڑے میں سے پیالے میں پانی انڈیلنا چاہا تو معلوم ہوا کہ گھڑا خالی ہے۔ اس نے سوچا کہ ہمسائے کے گھر سے پانی لے لے۔ چنانچہ اس نے ہمسائے کے گھر پہ دستک دی۔ لیکن ہمسائے شاید گہری نیند سو رہے تھے۔ اس لئے ان کا دروازہ نہ کُھلا۔

اب اسے خیال آیا کہ گھر سے تھوڑی دور ایک چشمہ ہے۔ وہاں سے پانی لایا جا سکتا ہے وہ واپس گھر گیا اور پیالہ وہیں رکھا اور گھڑا لے کر چشمے کی طرف روانہ ہو گیا۔ رات کا اندھیرا پہلے سے بہت بڑھ گیا تھا۔ ہوا تیز چل رہی تھی۔ اور اب بارش بھی ہونے لگی تھی مگر وہ اس

اندھیرے میں آگے ہی آگے جا رہا تھا۔ چلتے چلتے تھک گیا۔ تو اس نے دیکھا کہ اچانک زور سے بجلی چمکی تو وہ دوسرے راستے پر ہو لیا۔

آخر خدا خدا کر کے وہ چشمے کے کنارے پہنچ گیا۔ اس نے پانی سے اپنا گھڑا بھرا اور واپس اپنے گھر کی طرف چلنے لگا۔

بارش اور تیز ہو رہی تھی۔ بادل گرج رہے تھے۔ بجلی چمک رہی تھی اور ہوا اتنی تیز اور ٹھنڈی تھی کہ جسم کپکپائے دیتی تھی۔ اس کے سارے کپڑے پانی میں بُری طرح بھیگ گئے تھے۔ آخر وہ کسی نہ کسی طرح پہنچ گیا۔

آتے ہی اس نے گھڑے میں سے ایک پیالہ پانی بھرا اور ماں کے سرہانے جا کھڑا ہوا۔ جو سو رہی تھی۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی آہٹ سے اس کی ماں کی نیند خراب ہو اور وہ بے آرام ہو۔ لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ اس کی ماں کی پیاس بُجھ جائے۔ چنانچہ وہ اسی طرح سرہانے کھڑا رہا۔ کہ جب ماں خود بخود جاگے گی تو وہ پانی پیش کر دے گا۔ اس نے اپنے گیلے کپڑے بھی تبدیل نہ کئے کہ ہو سکتا ہے وہ کپڑے بدلنے دوسرے کمرے میں جائے تو ماں جاگ کر پانی مانگ لے اور اسے نہ پا کر وہ مایوس ہو۔

وہ لڑکا ساری رات اسی طرح کھڑا رہا۔ جب صبح ہوئی تو اس کی ماں کی آنکھ کھلی۔

"بیٹا! تم یہاں کیا کر رہے ہو"؟ اس نے لڑکے کو اپنے سرہانے دیکھ کر پوچھا۔ لڑکے نے ساری بات بتا دی۔

جب ماں کو بیٹے کی فرماں برداری کا علم ہوا تو اس نے اُسی وقت اللہ تعالٰی کی بارگاہ

میں ہاتھ پھیلا دیئے۔وہ اپنے بیٹے کے حق میں دعا مانگ رہی تھی۔

”اے اللہ! جس طرح میں آج اپنے بیٹے سے خوش ہوں تو بھی اس سے خوش ہو جا۔“

ماں کے دل سے نکلی ہوئی دُعا ضرور قبول ہوتی ہے۔چنانچہ اللہ تعالٰی نے یہ دُعا قبول کرلی۔اور وہ لڑکا جس نے رات بھر پانی کا پیالہ ہاتھ میں لے کر اپنی ماں کے جاگنے کا انتظار کیا تھا جب بڑا ہوا تو حضرت بایزید بسطامیؒ کے نام سے مشہور ہوا۔

حضرت بایزید بسطامیؒ جدھر سے گزرتے لوگ جھک جھک کر انہیں سلام کرتے وہ اپنے زمانے کے بہت بڑے نیک آدمی گزرے ہیں اور لوگ آج تک ان کا نام بڑے احترام سے لیتے ہیں۔یہ عزت انہیں اپنی ماں کی خدمت اور فرماں برداری سے حاصل ہوئی۔